شہزادو شیخ

اسلام آباد

الزّکوٰۃ

ازکی کے بنیادی معنی ہیں پھلنا، پھولنا، بڑھنا، نشوونما پانا، جیسے جانوروں، پودوں اور کھیتی باڑی کا بڑھنا۔ اس میں انگریزی کے grow and multiply، دونوں الفاظ کے معنی شامل ہیں۔

الزکاۃ کے معنی اس نمو اور افزائش کے ہیں، جو برکت الاہیہ سے حاصل ہو۔ اس کا تعلق دنیا اور آخرت، دونوں کی چیزوں سے ہے۔

مال کی نشونما کے علاوہ اس میں، آدمی کے آسودہ اور خوشحال ہونے، اس کی صلاحیتوں میں اضافے، اور اس کی زندگی کے سرسبز و شاداب ہونے کے معنی بھی شامل ہیں۔

سورۃ الکہف (۱۸۔۱۹) میں ارشاد ہے

یہ دیکھو کہ کونسا کھانا زیادہ صاف ستھرا، (یعنی بہت نشونما دینے والا) (ازکی) ہے (یعنی nutritious ہے۔)

اس آیہ مبارکہ میں ایسا کھانا مراد ہے جو حلال اور خوش انجام بھی ہے۔

ازکی سے لفظ زکوٰۃ ہے۔ یہ فریضہ، وہ مقرر کردہ ادائگی ہے، جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے ہوئے، اس میں دوسروں کا حق تسلیم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، انسان کی بھلائی کے لیے، بغیر کسی احسان جتائے، بغیر کسی ایذاء دیے، یا اس کے بدلے اس سے کوئی صلہ، توقع یا لالچ رکھتے ہوئے، کی جائے۔ البتہ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت اور پاکیزگی کی امید ضرور ہوتی ہے۔ اس سے تزکیہ مال کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس بھی مراد ہے۔

اسی طرح الزکوت میں بڑھنے، پھلنے، پھولنے، نشوونما کے ساتھ پاکیزگی کے معنی بھی شامل ہیں۔

سورۃ البقرۃ (۲۔۲۳۲) میں ازکی کے ساتھ اطہر کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جس سے، ایسی نشوونما کی وضاحت ہو جاتی ہے، جو پاکیزہ ہے۔

ازکی میں بالیدگی اور ارتقاء کے پہلو موجود ہیں۔

ارضِ زکیۃ کے معنی ہیں سرسبز ستھری زمین، جس میں خوب نشو ونما ہو۔

سورۃ الشمس میں زکّٰہا (۹۱۔۹) کے مقابلے میں لفظ دسّٰہا (۹۱۔۱۰) استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کی نشو ونما کو روک دینا۔ لہٰذ تزکیہ کے معنی ہیں ان تمام مانع، منفی اور نا مساعد عوامل، جو راہ میں حائل ہوں، ان کو دور کر کے، پاک صاف نشو ونما کے لیے حالات کو مساعد بنانا شامل ہے۔

زکوۃ کے سلسلے میں ایتاے زکوۃ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایتاء کے معنی ہیں دینا، پہنچانا، بہم پہنچا کے دینا۔ اور یہ الفاظ، کئی مقامات پر، بار بار اقامت صلوۃ کے ساتھ ساتھ بھی آئے ہیں، یعنی اقیموا الصلوۃ وا تو الزکوۃ، جس سے مراد ہے نہ صرف رسمی اور روایتی (ritual) طور پر نماز پڑھنا، بلکہ با قاعدہ پابندی کے ساتھ پنگانہ نماز کا ایسا نظام قائم کرنا، جو ایسا معاشرہ قائم کرے، جس میں، قوانین خداوندی کا اتباع کرتے ہوئے، انسان کی طبعی پرورش اور پاکیزہ نشو ونما کے لیے ضروریات کے سامان بہم پہنچا کر دیے جائیں۔ یہ ایک بنیادی فریضہ کے طور پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

سورہ ہود (۱۱۔۸۷) میں نماز کے بمعنی ایسے نظام کے قیام کی وضاحت ہو جاتی ہے، ارشاد ہے:

انہوں (حضرت شعیب کی قوم) نے جواب دیا: اے شعیب، کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں، جن کی پرستش (اطاعت) ہمارے باپ دادا کرتے تھے، یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو؟ بس تو ہی ایک عالی ظرف ور راستباز آدمی رہ گیا ہے!

سورۃ الحج (۲۲۔۴۱) میں نظام خداوندی کو قبول کرنے (ایمان لانے) والوں کے بارے میں ارشاد ہے:

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں زمین میں اقتدار حاصل ہوگا تو یہ اقامت صلوۃ اور ایتاے زکواۃ (کا نظام قائم) کریںگے۔ ایتاے زکوۃ یعنی طبعی ضروریات کے وسائل بہم پہنچا کر دینے سے، یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ایسے نظام کے تحت قائم کرنا ہے، جس میں کسی کو اپنی عزت نفس اور ضمیر کے خلاف مانگنے اور اس سے بڑھ کر اس کی بدترین صورت یعنی بھیک مانگنے جیسی برائیاں پیدا ہی نہ ہونے پائیں۔

یہی جدید فلاحی معاشرہ کا تصور ہے۔ یہی اقامت دین کا مقصود ہے، جس میں طبعی زندگی کی پرورش اور اس کی ذات یا روح کی نشو ونما دونوں شامل ہیں۔ یہ ایک مربوط اور عملی نظام ہے۔

سورۃالمومنون (۲۳۔۴) میں ارشاد ہے: (ہُم للزکوۃ فٰعلون):
جوزکوۃ یعنی نوع انسان کی پرورش ونشوونما کے لیے عملی کام کرتے ہیں۔

ان آیات مبارکہ کے علاوہ کئی مقامات پر، اللہ تعالٰی نے ایسے احکامات جمع کے صیغہ میں دیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ، یہ صرف ذاتی، انفرادی یا شخصی عقیدہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک اجتماعی، عملی، مربوط نظام کو قائم کرنے اور اس کو باقاعدہ چلانے کے فریضے کے احکامات ہیں۔
انفرادی طور پر محدود زاویے سے دیکھنے والے کبھی یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ نکال کر دینے سے مال کیسے بڑھ جاتا ہے۔ روحانی تشریحات میں اگر نہ بھی جایا جائے، اور صرف مادی نقطہ نظر کو ہی لیا جائے، تو بھی اقتصادیات کے ماہرین جانتے ہیں کہ، خاص طور پر ضروریات زندگی کے حوالے سے یعنی خاص طور پر (consumptive expenditure) کے حوالے سے، ملکی اقتصادیات (economy) میں جو پیسا خرچ کیا جاتا ہے، اس کے اقتصادیات پر اثرات (Incidence of Expenditure) یعنی ایسے خرچے کے پھیلاؤ کے اثرات اس سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ اور کہیں یہ ۹۔۱۰ گنا زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ اور یہ زکوۃ کے معنی سے مطابقت رکھتا ہے۔ ذرہ دیکھیے کہ ایسا اقتصادی اصول کتنی صدیاں پہلے سکھایا گیا۔ لیکن اصل بات عمل کی ہے۔ اس کی روشنی میں، یہاں پر یہ بات پھر واضح کر دی جائے کہ یہ پورا اجتماعی نظام، انسان کی ضروریات (consumption) پوری کرنے کے لیے، اس کو ضروری وسائل مہیا کرنے کے لیے ہے۔
اس قسم کے اقتصادی پھیلاؤ کے علاوہ، اس نظام میں ایک اور اہم اقتصادی اصول کو وضع کیا گیا ہے کہ دولت ایک جگہ جمع ہونے کی بجائے، زیادہ سے زیادہ گردش میں رہے۔

مال میں حقیقی اضافہ اور اس کے لاگو قوانین کے متعلق، سورۃالروم (۳۰۔۳۷ تا ۳۸) میں ارشاد ہے:
کیا تم نے غور نہیں کیا کہ رزق کی فراوانی اللہ تعالٰی کے قانون مشیت کے مطابق ہوتی ہے، اس کا محدود پیمانہ بھی اس کے قانون مشیت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ ان امور میں نشانیاں موجود ہیں، اس قوم کے لیے جو نظام خداوندی پر یقین رکھتی ہے۔

(یہاں پر یہ قابل غور بات ہے کہ یہ اجتمائی خطاب ہے۔آ گے ارشاد ہے:)
لہٰذا اپنا مال دو، بطور ان کے حق کے، اپنے قریب والوں کے لیے، اور ان کے لیے جو مسکین ہوں، باہر سے آ ئے ہوئے مسافروں کے لیے۔
دیکھو، یہ روش بہترین نتائج کی حامل ہے، ان کے لیے جو اللہ تعالی کی خوشنودی چاہتے ہیں۔اور یہ ہی ہیں جو فلاح والے ہیں۔

سورۃ الیل (۹۲۔۱تا۲۱) میں کائنات کے اہم طبیعی مظاہر، اور فطری قوانین کی طرف توجہ دلا کر، کچھ اہم معاشی اور معاشرتی زندگی کی آسودگیوں اور دشواریوں کے متعلق اصول بھی بتائے گئے ہیں:
دیکھو ایک طرف رات ہے کہ اس کی تاریکی ہر شے پر پردے ڈال دیتی ہے، اور دوسری طرف دن ہے کہ اس کا اجالا ہر شے کو ظاہر کر کے سامنے لے آتا ہے۔
جانداروں میں نر ہیں، اور مادہ بھی، جن کے طبعی وظائف مختلف ہیں۔اسی طرح انسانی سعی وعمل کے دائرے بھی مختلف ہوتے ہیں۔لہٰذا اگر لوگ دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اپنے مال دے دیں، اور اس طرح اللہ تعالی کے قوانین کی پیروی کریں، اور احسن عملی طور پر اس کو سچائی کے ساتھ کر دکھائیں، تو ہمارا قانون ربوبیت انہیں زندگی کے مراحل نہایت آسانی سے طے کراتا جائیگا اور اس کے برخلاف جو لوگ بخل کرتے ہوئے سب کچھ اپنے لیے سمیٹ لیتے ہیں اور دوسروں کی ضروریات سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، اور اس طرح تکذیب کرتے ہیں، حسن وتوازن کے حامل نظام خداوندی کی تو ہمارا قانون۔مکافات (cause and effect, action and reaction) ان کے لیے زندگی کی راہوں کو دشوار بنا دیتا ہے۔
اور اس طرح جب وہ تباہیوں کے گڑھے میں گر جاتے ہیں تو ان کا جمع کیا ہوا مال ودولت ان کے کسی کام نہیں آتا۔
دیکھو اس کی صحیح ہدایت اور رہنمائی ہمارے ہاں سے ہی مل سکتی ہے، اور ہمارے ہی ہاں سے آخرت اور دنیا (کی خوشگواریاں حاصل ہو سکتی) ہیں۔
لہٰذا ہم نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے شعلے مارتی ہوئی آگ سے۔ ، جس میں صرف وہ ہی بد بخت داخل ہوگا، جو نظام

خداوندی کی تکذیب کر کے گریز کی راہیں نکالتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو اس تباہی سے دور رکھا جاتا ہے، جو ہمارے قوانین کی پیروی کرتے ہیں اور اپنا مال دے دیتے ہیں، نوع انسان کی پرورش اور نشوونما کے لیے۔ اور یہ دینا اس لیے نہیں ہے کہ کسی کے احسان کا بدلہ چکایا جا رہا ہو۔ بلکہ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کی رضا چاہنے کے لیے۔
یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ، اسی سے) عنقریب رضامند ہو جائیگا۔

سورۃ المزمل (۷۳۔۲۰) میں ارشاد ہے:
اقامت الصلوۃ (نظام خداوندی) قائم کرو، اور نوع انسان کی پرورش و نشوونما کا انتظام کرو، اور اس سلسلے میں اپنا مال اللہ تعالیٰ کو بطور قرض حسنہ دے دو۔
دیکھو، جو کچھ بھی تم اس نظام کو دو گے وہ تمہارے لیے ہی ہو گا، جو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بہت بہتر شکل میں تمہیں واپس مل جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے تحفظ مغفرت طلب کرتے رہا کرو، جو بڑا ہی تحفظ مغفرت اور رحمتیں عطا کرنے والا ہے۔

جو دوسروں کی نشوونما کے لیے دیتا ہے، اس سے اس کی اپنی نشوونما ہوتی ہے۔ سورۃ الفاطر (۳۵۔۱۸) میں تزکی ،یتزکی کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے، ارشاد ہے:
دیکھو تم صرف انہی کو آگاہ کر سکتے ہو (وہ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں) جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور اقامت صلوۃ کی نظام خداوندی کے طور پر پابندی کرتے ہیں۔

جو دوسروں کی پرورش اور نشوونما کرتا ہے، اس سے خود اس کی اپنی ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔

غائبانہ ڈرنے سے ایک یہ بھی مراد ہے کہ، قوانین خداوندی کے ان پہلوؤں سے بھی ڈرتے ہیں، جو غیر محسوس طریقوں یا غائبانہ طور پر بھی نافذ العمل ہیں، جیسے قانون ۔ مکافات عمل کے ان دیکھے نتائج پر یقین رکھتے ہوئے اپنے غلط اعمال کے برے نتائج اور ان کے برے اثرات سے ڈرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے قوانین کی فرمانبرداری میں، صحیح اور سیدھی راہ پر

چلنے کی کوشش کرتے رہنا، یاس سے خائب نہ ڈرنے کا ایک اہم پہلو ہے۔

سورۃ الشمس (۹۱_۹، ۱۰) میں زکیٰ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے، بتایا گیا ہے کہ کامیاب کون ہوا، اور ناکام کون رہا۔ ارشاد ہے:

یقیناً کامیاب وکامران ہوا وہ جس کی صلاحیتیں نشوونما پا گئیں، اور بلا شبہا ناکام و نامراد ہوا وہ جس کی صلاحیتیں دبی رہ گئیں اور نشوونما نہ پا سکیں۔

سورۃ النسا (۴_۴۹) میں ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسکی اور نشوونما کر دیتا ہے۔

سورۃ التوبہ (۹_۱۰۳) میں حضور ﷺ سے ارشاد ہے:

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں، اور ان کے لیے دعا کیجیے۔